OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 498-506

خلافت عثمانیہ میں رعایا کی فلاح و بہبود میں خواتین پر ہونے والا کام

Work done for the welfare of women in the ottoman caliphate

Dr. Asma Aziz
Director of Student Affairs, Department of Islamic Studies, GCWUF
Email: asmaaziz@gcwuf.edu.pk

Taiba Ramzan
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, GCWUF
Email: taibaramzan23@gmail.com

Abstract

The history of the Ottoman Caliphate is not limited merely to political conquests and military glory; rather, this era stands as a shining example in the social, educational, and welfare aspects of Islamic civilization. The welfare of the subjects-particularly the efforts made to improve the condition of women-proves that the Ottoman rulers not only focused on the consolidation of their empire but also gave importance to social justice, education, and the dignity and respect of women. Initially, the concept of women's welfare in the Ottoman Caliphate was founded upon Islamic principles, emphasizing respect, protection, and opportunities for women to play their roles in society. Consequently, during this period, doors were opened for women to participate in education, medicine, social services, and even to a limited extent in business and charitable endowment (waqf) activities. Ottoman women contributed to the establishment of educational institutions, the construction of mosques and schools, the management of hospitals and public kitchens, and they actively sponsored various welfare initiatives.Special schools, hospitals, and orphanages were established for women, which provided not only education and training but also medical care and employment opportunities.This aspect highlights the comprehensive nature of Ottoman civilization and its social insight, which set commendable examples in the field of welfare for all segments of society especially women.

Keywords: *Ottoman caliphate, welphare, wellbeing, women empowerment.*

CC BY

تمہید

خلافت عثمانیہ کی تاریخ محض فتوحات اور عسکری عظمتوں تک محدود نہیں، بلکہ یہ دور اسلامی تمدن کے سماجی، تعلیمی اور فلاحی پہلوؤں میں بھی ایک درخشاں مثال رکھتا ہے۔ رعایا کی فلاح و بہبود، بالخصوص خواتین کی حالت سنوارنے کے لیے کیے گئے اقدامات اس بات کا ثبوت ہے کہ عثمانی حکمرانوں نے صرف سلطنت کے استحکام ہی کو نہیں بلکہ معاشرتی انصاف، تعلیم اور خواتین کی عزت و وقار کو بھی اہمیت دی۔ ابتدائی دور پر خلافت عثمانیہ میں خواتین کی فلاح کا تصور اسلامی اصولوں پر استوار تھا ،جس میں عورت کو عزت، تحفظ اور سماجی کردار ادا کرنے کے مواقع فراہم کرنے پر زور دیا گیا۔ چنانچہ اس دور میں خواتین کے لیے تعلیم، طب، معاشرتی خدمات ،اور حتیٰ کہ محدود پیمانے پر کاروباری وا وقافی سرگرمیوں میں شرکت کے دروازے کھولے گئے ۔عثمانی خواتین نے تعلیمی اداروں کے قیام ،مساجد و مدارس کی تعمیر، ہسپتالوں اور لنگر خانوں کے انتظام میں حصہ لیا اور بہت سی فلاحی سرگرمیوں کی سرپرستی کی۔

خواتین کے لیے مخصوص مدارس ، ہسپتال ،اور دارالایتام قائم کیے گئے ،جن میں نہ صرف تعلیم و تربیت بلکہ طبّی نگہداشت اور روزگار کے مواقع بھی مہیا کیے جاتے تھے۔ "وقف "یعنی اوقاف کا نظام عثمانی دور کی ایک نمایاں خصوصیت تھا ،جس کے تحت کئی بااثر خواتین نے اپنے ذاتی وسائل سے خواتین کے لیے خیراتی ادارے قائم کیے۔ان میں معروف نام "محبہ سلطان"، "نور بانو سلطان "اور "کسم سلطان" شامل ہیں جن کے اوقافی کام آج بھی تاریخ میں محفوظ ہ۔یوں خلافت عثمانیہ کا دور مسلم خواتین کی فلاح و بہبود کے ایک عملی اور متوازن ماڈل کے طور پر سامنے آتا ہے ،جس میں مذہبی اصولوں کی پاسداری کے ساتھ ساتھ زمانے کے تقاضوں کا بھی خیال رکھا گیا، یہ پہلو عثمانی تمدن کی جامعیت اور اس کی سماجی بصیرت کو نمایاں کرتا ہے، جس نے رعایا کے تمام طبقات بالخصوص خواتین کے لیے فلاحی میدان میں قابل تقلید مثالیں قائم کیں۔

خلافت عثمانیہ کا تعارف:-

خلافت عثمانیہ ایک عظیم اسلامی سلطنت تھی جس کا قیام 1299 عیسوی میں عثمان اول کے ذریعے موجودہ ترکی کے علاقے میں ہوا۔یہ سلطنت تقریبا 600 سال تک قائم رہی اور اپنے عروج کے دوران ایشیا، یورپ اور شمالی افریقہ کے بڑے حصوں پر حکمرانی کرتی رہی۔ عثمانی سلطنت کی بنیاد ابتدائی طور پر چھوٹے علاقے سے رکھی گئی، لیکن اس کی فوجی قوت اور حکومتی انتظامیہ نے اسے ایک عالمی طاقت بنا دیا۔سلطنت عثمانیہ کا دارالحکومت استنبول تھا،جو ایک عظیم تجارتی، ثقافتی اور مذہبی مرکز کے طور پر جانا جاتا تھا۔ عثمانیوں نے خلافت کے ادارے کی سرپرستی کی اور مسلمانوں کے روحانی رہنما کے طور پر اپنے آپ کو متعارف کروایا۔اس کے بعد سلطنت کا اثر ورسوخ مذہبی، سیاسی اور ثقافتی دونوں لحاظ سے بڑھا، خاص طور پر اسلامی دنیا میں اس کا اہم مقام تھا عثمانی دور میں تعمیرات، فنون، سیرت نگاری اور دیگر ثقافتی شعبوں میں غیر معمولی ترقی ہوئی، جن میں آیہ صوفیہ اور سلیمانیہ مسجد میں تعمیرات شامل ہیں۔

سلطنت عثمانیہ کا زوال 17 صدی عیسوی کے آخر سے شروع ہوا اور اس کے بعد کی دو صدیوں میں مختلف عوامل جیسے اندرونی خلفشار، بیرونی حملے اور صنعتی انقلاب نے اس کی طاقت کو کمزور کر دیا۔ پہلی جنگ عظیم میں سلطنت عثمانیہ نے اتحادیوں کے خلاف جنگ کی جس کے نتیجے میں 1923 عیسوی میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور جدید ترکی کی بنیاد رکھی گئی۔ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ 1924 عیسوی میں ہوا جب مصطفیٰ کمال اتاترک نے خلافت کے ادارے کو منسوخ کر کے جدید جمہوری ریاست کی بنیاد

رکھی۔اس کے باوجود عثمانی سلطنت کی میراث آج بھی ترکی اور اسلامی دنیا میں اہمیت رکھتی ہے، خاص طور پر اس کی ثقافتی، علمی اور انتظامی ورثے کی صورت میں۔

تعلیم کے میدان میں خواتین کی فلاح:-

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں خواتین کی تعلیم و تربیت کو اہمیت دی گئی، لیکن عثمانی سلطنت کے دور میں شعبے میں نمایاں ترقی دیکھی گئی۔ بالخصوص سلطنت کے وسط اور بعد کے ادوار میں، اور خاص طور پر سلطان عبدالحمید دوم کے دور حکومت(1876ء-1909ء) میں،خواتین کی تعلیم کے لیے باقاعدہ ادارے قائم کیے گئے اور دینی اور دنیاوی علوم میں خواتین کی شمولیت کو فروغ دیا گیا۔اس سے نہ صرف خواتین کی انفرادی فلاح ممکن ہوئی بلکہ معاشرتی سطح پر بھی ان کی شرکت میں اضافہ ہوا۔

> *"During the reign of Sultan Abdulhamid 2,the state gave considerable attention to female education,establishing numerous primary and secondary schools(rusdiye) for girls across the empire.This reflected a broader modernization effort while also ensuring the moral and Islamic upbringing of future mothers."1*

عثمانی سلطنت میں تعلیم کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی کوششوں کے تحت لڑکیوں کے لیے رشدیہ (ثانوی سکول) اور ابتدائی مکاتب کا قیام عمل میں لایا گیا۔ان سکولوں میں لڑکیوں کو بنیادی تعلیم،اسلامی اقدار،اخلاقیات اور معاشرتی آداب سکھائے جاتے تھے۔سلطان عبدالحمید دوم کے زمانے میں تعلیم نسواں کے فروغ کی واضح پالیسی اپنائی گئی،جس کا مقصد نہ صرف تعلیم یافتہ نسل تیار کرنا تھا بلکہ ایسی مائیں بھی تیار کرنا تھا جو آئندہ نسلوں کی اسلامی اور اخلاقی تربیت کر سکیں۔ان سکولوں میں اسلامیات کے ساتھ ساتھ ریاضی،تاریخ،جغرافیااور زبانوں کی تعلیم بھی شامل تھی،جو اس وقت کے لیے ایک انقلابی اقدام تھا۔

> *"Elite ottoman women in the 17th and 18th centuries played an active role in religious life,not only as patrons of mosques and schools but also as scholars and transmitters of Hadith .Some women held study circles where Quran,Tafsir, and Hadith were taught"2*

دینی تعلیم کے میدان میں بھی عثمانی دوڑ کی خواتین نے نمایاں خدمات انجام دیں۔وہ نہ صرف مساجد اور دینی مدارس کی سرپرستی کرتی تھی بلکہ خود بھی تعلیم و تدریس کے عمل میں شریک تھیں۔کئی خواتین نے حدیث، تفسیر اور فقہ جیسے الو میں مہارت حاصل کی اور اپنے گھروں یا مدارس میں علمی حلقے قائم کیے۔ان میں کچھ خواتین ایسی بھی تھی جو سند یافتہ محدثات کے طور پر جانی جاتی تھیں اور ان کے شاگردوں میں مرد و خواتین دونوں شامل تھے۔یہ علمی حلقے اس وقت کی دینی و فکری ترقی کا مظہر تھے اور خواتین کی علمی شراکت کی دلیل بھی۔

عثمانی دور میں خواتین کی تعلیم کے لیے جو ادارے اور اقدامات کیے گئے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلم معاشروں میں خواتین کی فلاح اور تعلیم کو کس قدر اہمیت دی جاتی دنیاوی اور دینی دونوں میں میدانوں میں خواتین کو تعلیم کے مساوی مواقع فراہم کیے گئے،جن کی بدولت کئی خواتین نے عالمہ، معلّمہ اور مصلحہ بن کر ابھریں۔یہ روایات آج کہ دور میں بھی قابل تقلید ہیں۔

اوقاف کے ذریعے خواتین کی فلاح:-

عثمانی خلافت میں اوقاف کا نظام محض مذہبی یا تعلیمی نوعیت کا نہیں تھا، بلکہ یہ ایک ہم اگئے فلاحی ڈھانچے پر مشتمل تھا جو موشرتی فلاح و بہبود کے تمام پہلوؤں کو محیط کرتا تھا۔اس نظام کے ذریعے نہ صرف عوام الناس کی ضروریات کو پورا کیا گیا بلکہ خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے بھی جامع اور عملی اقدامات کیے گئے۔خواتین کے لیے الگ تعلیمی ادارے، صحت کی سہولیات، سماجی خدمات اور روزگار کی فراہمی اسی نظام کا حصہ تھے۔

> *"Elite ottoman women, particularly members of the imperial harem,were among the most prominent founders of charitable endowments Their waqfs(prious foundations)funded complex urban projects including hospitals,schools,soup kitchens,and hostels,many specifically for the welfare of women."3*

عثمانی دور کی شاہی خواتین نے فلاحی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا،اور اوقاف کے ذریعے اپنی دولت کو سماجی کے خدمات کے لیے وقف کیا۔

محبہ سلطان (حرم سلطان)،جو سلطان سلیمان کی قانونی زوجہ تھیں، نہیں استنبول میں"حرم سلطان کمپلیکس" تعمیر کروایا جس میں مسجد،مدرسہ،حمام،شفا خانہ،اور لنگر خانہ شامل تھا۔یہ خواتین کی تعلیم،صحت اور کاغذ کی فراہمی کے لیے ایک مکمل منصوبہ تھا۔

کسم سلطان نے خواتین کے لیے علیحدہ مدارس اور شفاخانے قائم کیے،جہاں تعلیم اور صحت کی سہولیات میسر تھیں۔

نور بانو سلطان جو سلطنت کی بااثر خواتین میں سے تھیں،نے نہ صرف استنبول بلکہ وینس جیسے غیر مسلم علاقوں میں بھی فلاحی ادارے قائم کیے،جو مذہبی رواداری اور عالمگیر انسان دوستی کی مثال ہے۔

یہ خواتین نہ صرف معمار سلطنت تھیں بلکہ فعال سماجی کردار ادا کرنے والی اصلاح کار بھی تھیں، جنہوں نے اوقاف کے ذریعے خواتین کی زندگیوں کو بہتر بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

> *"Through the waqf system, ottoman society provided a safety net for widows and orphans, especially women . Foundations often allocated residences,daily meals, clothing,and sometimes even stipends or jobs to these women."4*

اوقاف کا ایک اہم پہلو یتیم اور بیوہ خواتین کی کفالت تھا۔چونکہ ان خواتین کو عموما مالی مشکلات، سماجی بے دخلی یا بے روزگاری کا سامنا ہوتا تھا،اس لیے عثمانی اوقاف نے ان کی رہائش،خوراک،لباس اور روزگار کا مکمل بندوبست کیا۔بعض اوقات انہیں خاص وظیفے دیے جاتے اور لنگر خانوں میں مفت کھانے کی فراہمی یقینی بنائی جاتی۔اس نظام کا مقصد نہ صرف وقتی امداد فراہم کرنا تھا بلکہ ان خواتین کو عزت و وقار کے ساتھ معاشرے کا فعال رکن بنانا بھی تھا۔

عثمانی خلافت میں اوقاف کے ذریعے خواتین کی فلاح کا جو جامع نظام قائم کیا گیا وہ آج بھی رفاہی نظم و نسق کے لیے ایک ماڈل حیثیت رکھتا ہے۔شاہی خواتین کی طرف سے قائم کردہ ادارے نہ صرف ان کی سماجی شعور کی غمازی کرتے ہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک فلاحی ریاست کے اصولوں کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔یتیم، بیوہ اور نادار خواتین کی کفالت نے نہ صرف ان کے معیار زندگی کو بلند کیا بلکہ انہیں ایک باوقار زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا۔

طبّی سہولیات اور خواتین کی فلاح:-

اسلامی تہذیب بالخصوص عثمانی خلافت میں صحت عامہ کو اہم ترین فلاحی شعبہ تصور کیا گیا۔اس کے تحت مرد و خواتین دونوں کے لیے مساوی مگر شرعی اصولوں کے مطابق علیحدہ طبّی سہولیات فراہم کی گئیں۔خواتین کے لیے مخصوص ہسپتال،دایہ خانے اور تولیدی صحت کیمرا کے اس دوڑ کی سماجی ترقی اور خواتین کی فلاح کے واضح مظاہر ہیں۔

اسلامی معاشرت میں خواتین کی عزت و وقار کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی صحت و علاج کی سہولتیں بھی اسی معیار پر ہوں۔عثمانی ریاست نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے خواتین کے لیے علیحدہ شفاخانوں کا قیام عمل میں لایا،تاکہ وہ بغیر کسی حجاب کے اطمینان سے علاج حاصل کر سکیں۔

"عثمانی دو میں خواتین کے لیے مخصوص شفاخانے "دارالشفا نسوان" کہلاتے تھے،جہاں عورتوں کا علاج معالجہ خواتین طبّی عملے کے ذریعے کیا جاتا تھا۔یہ ہسپتال استنبول،بورسا،اور ادارنا جیسے بڑے شہروں میں موجود تھے اور ریاستی سرپرستی میں چلتے تھے۔"5

عثمانی سلطنت میں "دارالشفا" یا "شفاخانہ نسوان" خواتین کے لیے مخصوص ہسپتال تھے،جہاں انہیں خواتین طبّی عملے کی زیرِ نگرانی مکمل طبّی سہولیات فراہم کی جاتیں۔یہ شفاخانی نہ صرف شہری مراکز میں قائم تھے بلکہ کئی اوقات شاہی خواتین کے قائم کرتا اوقاف کے تحت چلتے تھے۔ان کا مقصد خواتین کو نہ صرف جسمانی بلکہ نفسیاتی طور پر بھی محفوظ ماحول مہیا کرنا تھا۔استنبول میں "حرم دارالشفا" ایک معروف مثال ہے۔

زچگی اور تولیدی صحت خواتین کی زندگی کے حساس ترین مراحل ہیں،جن کے لیے مخصوص دن بھی انتظامات کی ضرورت ہوتی ہے۔عثمانی خلافت نے اس اہم پہلو کو نظرانداز نہیں کیا اور "دایہ خانوں" کی شکل میں ایک جامع نظام قائم کیا،جو حاملہ خواتین اور نومولود بچوں کی مکمل ایک نگہداشت کرتا تھا۔

"دایہ خانے نہ صرف زچگی بلکہ حمل کے دوران ماں اور بچے کی صحت کی مکمل نگرانی کے لیے قائم کیے گئے تھے۔عثمانی ریاست میں 'زیاہ خانہ' یا 'خواتین ہسپتال' کی صورت میں یہ دار شہروں قصبوں میں موجود تھے جہاں تربیت یافتہ دائیاں خدمات انجام دیتی تھی۔"6

دایہ خانے ،جنہیں ترکی میں Ziyaiye یا Kadin Hastanesi کہا جاتا تھا،خواتین کی تولیدی صحت کے لیے وقف ادارے تھے۔ان میں تجربہ کار اور تربیت یافتہ دائیاں حاملہ خواتین کی طبّی دیکھ بھال کرتیں۔زچگی کا محفوظ انتظام کرتی اور نومولود کی صحت کا خیال رکھتیں۔یہ ادارے اکثر اوقات اوقات کے ذریعے چلائے جاتے تھے اور خواتین کو مختلف خدمات فراہم کرتے تھے۔یہ انتظام جدید میٹرنٹی ہسپتالوں کی ابتدائی شکل تھا،جو اس دور کے انسانی ہمدردی کے معیار کی عکاسی کرتا ہے۔

سماجی تحفظ اور روزگار میں خواتین کا کردار:-

معاشرتی استحکام کی بنیاد اس وقت مضبوط ہوتی ہے جب معاشرے کے ہر فرد، خصوصاً خواتین، کو باعزت روزگار کو سماجی تحفظ حاصل ہو۔عثمانی خلافت میں خواتین کو محض گھریلو ذمہ داریوں تک محدود نہیں کیا گیا بلکہ ان کے لیے ایسے معاشی ذرائع بھی فراہم کیے گئے جن کے ذریعے وہ مالی طور پر خود مختار بن سکیں۔ساتھ ہی غریب، یتیم اور بیوہ خواتین کی کفالت کے لیے جہیز فنڈ اور دیگر صلاحی ذرائع بھی متحرک کیے گئے۔

اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عورت کو معاشی اور سماجی اعتبار سے محفوظ اور باعث زندگی فراہم کرے۔ عثمانی دور میں خواتین کی معاشی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے گھریلو صنعتوں کی سرپرستی کی گئی، تاکہ وہ اپنی مہارتوں کے ذریعے روزگار حاصل کر سکیں اور کسی پر بوجھ نہ بنے۔

"عثمانی سلطنت میں خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے کے لیے قالین بافی، کڑھائی، چاکلیٹ سازی، اور کپڑا بننے جیسی صنعتوں کو ریاستی سطح پر فروغ دیا گیا۔ یہ صنعتیں اکثر خواتین کے گھروں میں قائم ورکشاپوں کی صورت میں کام کرتیں، اور ان کے لیے مالی مراعات بھی دی جاتیں۔"7

عثمانی دور میں خواتین کو معاشی خود مختاری دینے کے لیے گھریلو صنعتوں کو فروغ دیا گیا۔خواتین کو قالین بافی، کڑھائی، ریشمی کپڑے تیار کرنے اور خوراک کی اشیا کی تیاری جیسے کاموں میں شامل کیا گیا، جنہیں نہ صرف مقامی سطح پر فروخت کیا جاتا بلکہ بعض اشیاء برآمد بھی کی جاتیں۔ان صنعتوں کو باقاعدہ ریاستی سرپرستی، تکنیکی معاونت اور مالی امداد حاصل تھی، جس کا مقصد خواتین کو عزت و وقار کے ساتھ روزگار دینا تھا۔

یتیم اور نادار لڑکیوں کی شادی ایک معاشرتی مسئلہ رہا ہے، اور اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ان کی عزت و کے تحفظ کے لیے اقدامات کرے۔ عثمانی خلافت میں اس مسئلے کا حل "جہیز فنڈ" کی ضرورت میں پیش کیا گیا، جو محض مالی امداد تک محدود نہ تھا بلکہ اس میں تربیت اور سماجی بہبود کا پہلو بھی شامل تھا۔

"خواتین کے لیے قائم کردہ فلاحی اوقاف میں ایک اہم جز 'صندوق مہر و جہیز' تھا، جس کے تحت یتیم اور نادار لڑکیوں کی شادی کے لیے مالی امداد، لباس، گھریلو سامان اور شرعی تربیت فراہم کی جاتی تھی۔ یہ فنڈ نہ صرف مخیّر حضرات بلکہ شاہی خاندان کے خواتین کے ذریعے بھی کیے جاتے تھے۔"8

عثمانی ریاست میں یتیم، نادار اور بے سہارا لڑکیوں کے لیے "جہیز فنڈز" یا "صندوق جہیز" قائم کیے گئے۔ان فنڈز کے ذریعے شادی کے اخراجات، مہر، ضروری گھریلو سامان اور لباس مہیا کیا جاتا تھا۔ساتھ ہی ان لڑکیوں کو اسلامی آداب زندگی، ازدواجی ذمہ داریوں، اور ماشرتی برتاؤ کی تربیت بھی دی جاتی تھی تاکہ وہ نئی زندگی کا باوقار آغاز کر سکیں۔ان فنڈز کی سرپرستی اکثر اوقات شاہی خواتین کرتی تھیں، جو سماجی خدمات کا فخر سمجھا جاتا تھا۔

عثمانی خلافت میں خواتین کی فلاح صرف مذہبی یا تعلیمی میدان تک محدود نہ تھی بلکہ انہیں معاشی خود مختاری اور سماجی تحفظ دینے کے لیے ٹھوس اور پائیدار نظام بہت کیے گئے۔ گھریلو صنعتوں کے ذریعے انہیں باعزت روزگار فراہم کیا گیا، اور یتیم اور نادار لڑکیوں کی کفالت کے لیے جہیز فنڈز قائم کیے گئے۔ یہ اقدامات اس بات کی دلیل ہے کہ عثمانی نظام حکومت ایک جامع اسلامی فلاحی ریاست کی حقیقی مثال ہے۔

قانونی و شرعی تحفظ:-

اسلامی نظام حکومت میں عدل و انصاف کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کے جائز حقوق میسر ہوں، خاص طور پر خواتین جنہیں تاریخی طور پر معاشرتی ناانصافیوں کا سامنا رہا۔ عثمانی خلافت میں اسلامی شریعت کو ریاستی قانون کی حیثیت حاصل تھی اور خواتین کے لیے خصوصی طور پر ایسے قانونی و عدالتی ذرائع موجود تھے جن کے ذریعے وہ اپنے حقوق کا تحفظ حاصل کر سکتی تھیں۔

شریعت اسلامی نے خواتین کو جان، مال، عزت، خاندانی تعلقات اور سماجی وقار کے لحاظ سے مکمل تحفظ فراہم کیا ہے۔ عثمانی دور میں ان اصولوں کو قانون سازی، عدالتی نظام اور انتظامی اقدامات کے ذریعے نافذ کیا گیا۔ خواتین کو نہ صرف سماعت کا حق حاصل تھا بلکہ وہ بذات خود عدالتوں میں مقدمات درج کرواسکتی تھیں۔

"عثمانیہ عدالتوں میں خواتین کو مردوں کی طرح براہ راست انصاف طلب کرنے کی اجازت تھی۔ وہ قاضی کے روبرو حاضر ہو کر نکاح، طلاق، جائیداد یا جسمانی تحفظ سے متعلق شکایات درج کرواتیں، اور ان کے بیانات کو مردوں کے مساوی اہمیت دی جاتی تھی۔"9

عثمانیہ عدالتیں شریعت پر مبنی نظام عدل کے تحت کام کرتی تھیں۔ خواتین کسی سرپرست کے بغیر قاضی کے سامنے پیش ہو سکتی تھیں، گواہی دے سکتی تھیں، اور اپنے حقوق کے لیے خود درخواست گزار بن سکتی تھیں۔ قاضی خواتین کی عزت نفس کا مکمل خیال رکھتے تھے، اور خواتین کے لیے الگ نشست کا انتظام کیا جاتا تھا کہ ان کی پردہ داری اور احترام ملحوظ رکھا جاسکے۔ ان عدالتوں میں خواتین کی بڑی تعداد نے خاندانی، مالیاتی اور حتیٰ کہ فوجداری مقدمات میں کامیابی سے اپنے حقوق حاصل کیے۔

اسلامی شریعت نے خواتین کو ازدواجی و مالیاتی معاملات میں واضح اور محفوظ حقوق عطا کیے ہیں۔ عثمانی خلافت میں ان حقوق کا نفاذ شرعی عدالتوں اور ریاستی نظام کے ذریعے یقینی بنایا جاتا تھا، تاکہ خواتین کسی قسم کے استحصال یا محرومی کا شکار نہ ہوں۔

"عثمانی دور میں خواتین کو طلاق کا حق خلع یا فسخ نکاح کے ذریعے حاصل تھا، جبکہ نان و نفقہ اور وراثت میں ان کا حصہ شرعی اصولوں کے مطابق مقرر تھا، جس کی عدالتی سطح پر حفاظت کی جاتی تھی۔"10

عثمانی ریاست میں خواتین کو طلاق کے تین شعوری راستے میسر تھے: طلاق رجعی (شوہر کی طرف سے)، خلع (عورت کی درخواست پر باہمی رضامندی سے)، اور فسخ نکاح (قاضی کے حکم پر نکاح کا خاتمہ)۔ ہر صورت میں عورت کے مالی حقوق مثلاً مہر، عدت کا نفقہ، اور بچوں کی کفالت کا تحفظ کیا جاتا۔

وراثت کے معاملات میں خواتین کو ان کے شرعی حصے بیٹی، بیوی، ماں یا بہن کی حیثیت سے باقاعدہ عدالتوں کے ذریعے لیے جاتے تھے، اور اگر کوئی فرد انکار کرتا تو قاضی فوری کاروائی کرتا۔ نو نفقہ کی ادائیگی نہ کرنے والے شوہروں پر جرمانے بھی لگائے جاتے تھے۔

خلافت عثمانیہ میں خواتین کو نہ صرف مذہبی اور تعلیمی میدان میں ترقی کے مواقع دیے گئے بلکہ انہیں مکمل قانونی تحفظ بھی حاصل تھا۔ عدالتوں میں رسائی، وراثتی حقوق کی فراہمی، نان ونفقہ اور طلاق جیسے معاملات میں شرعی اصولوں کی سختی سے پاسداری کی جاتی تھی۔ یہ نظام اس بات کی روشن مثال ہے کہ کس طرح ایک اسلامی ریاست خواتین کو مکمل عزت، تحفظ اور خود مختاری فراہم کرسکتی ہے۔

شخصی اور وحانی ترقی:-

اسلامی تاریخ میں روحانیت محض مردوں تک محدود نہ رہی، بلکہ خواتین نے بھی تزکیہ نفس، تصوف اور سلوک کی راہوں پر نمایاں مقام حاصل کیا عثمانی خلافت کا دور بھی اس اعتبار سے زرخیز رہا، جہاں کئی خواتین صوفیانہ صرف روحانی بلندی پر فائز ہوئیں بلکہ انہوں نے تربیتی مراکز قائم کیے حلقہ ارادت تشکیل دیے اور مرد اوخواتین مریدوں کی روحانی رہنمائی کی۔

تصوف ایک ایسا روحانی نظام ہے جو انسان کے باطن کو پاک کرتا ہے اور اسے اللہ تعالی سے قریب کرتا ہے۔ عثمانی

معاشرے میں یہ نظام خاصا مؤثر تھا، اور اس میں خواتین کا کردار نہایت اہم اور قابل قدر رہا۔ ان خواتین نے صرف اپنی ذاتی روحانی ترقی تک محدود نہ رہیں بلکہ دوسروں کی تربیت بھی کی۔

عثمانی دور کی ممتاز صوفی خواتین میں فاطمہ بنت یحییٰ، اور عائشہ حمیرا سلطان شامل ہیں، جنہوں نے مختلف شہروں میں خانقاہیں، دروس تصوف کے حلقے اور تربیتی مراکز قائم کیے۔ ان کی مجالس ذکر میں مرد و خواتین دونوں شریک ہوتے، اور ان کے علم و تقویٰ کو بڑے اولیاء تک تسلیم کرتے تھے۔ 11

عثمانی دور میں کئی خواتین نے صوفی سلسلوں میں باقاعدہ بیعت لی اور روحانی منازل طے کیں۔ ان میں عائشہ قادریہ کا ذکر خاص طور پر اہم ہے، جن کا تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا اور وہ استنبول میں صوفیاء کے ایک فعال مرکز کی رہنما تھیں۔ اسی طرح عائشہ حمیرا سلطان جو ایک شاہی خانوادے سے تعلق رکھتی تھیں، نے ایک وسیع حلقہ ارادت قائم کیا اور ان کے ہاں علما، درویش، خواتین علم و عمل اور عام مرد و خواتین روحانی تربیت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

ان خواتین کی مجالس میں قرآن، حدیث، تصوف، ذکر واذکار اور روحانی ریاضتوں کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ ان کے اثرات صرف دینی نہیں بلکہ معاشرتی سطح پر بھی محسوس کیے گئے، کیونکہ ان کے حلقوں نے خواتین کو شخصی اصلاح، علم و معرفت، اور معاشرتی کردار میں نمایاں ترقی کے مواقع فراہم کیے۔

عثمانی سلطنت میں خواتین کو صرف تعلیمی یا قانونی دائرے میں محدود نہ کیا گیا بلکہ انہیں روحانی ترقی اور معاشرتی اصلاح میں بھی بھرپور مواقع دیے گئے۔ صوفی خواتین نے نہ صرف اپنے روحانی مقام کو بلند کیا بلکہ دوسروں کی رہنمائی کے ذریعے معاشرے کی اصلاح و تطہیر میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔

خلاصہ کلام:-

خلافت عثمانیہ میں خواتین کی فلاح و بہبود محض خیراتی یا وقتی امدادی سرگرمیوں تک محدود نہ تھی، بلکہ یہ ایک ہمہ جہت، مربوط اور پائیدار نظام پر مبنی تھی۔ اس نظام کا مقصد عورت کو معاشرے کا ایک باوقار، باعلم اور خود کفیل فرد بنانا تھا۔ خواتین کی تعلیم، صحت کی سہولیات، معاشی خود مختاری، قانونی تحفظ، روحانی ترقی اور سماجی وقار یہ تمام پہلو ریاستی پالیسی اور اسلامی اخلاقیات کا حصہ تھے۔

عثمانی معاشرے میں عورت کے حقوق کو محفوظ رکھنے کے لیے اوقاف ایک کلیدی کردار ادا کرتے تھے۔ ہزاروں اوقاف خاص طور پر خواتین کی ضروریات کے لیے وقف کیے گئے تھے، جن کے تحت لڑکیوں کے اسکول، زچگی کے مراکز، خواتین کے حمام، بیواؤں کے لیے رہائش گاہیں، اور دستکاری کی تربیت گاہیں قائم کی گئیں۔ ان اداروں کی نگرانی اکثر شاہی خواتین یا اہل تقویٰ خواتین کے سپرد ہوتی، جو معاشرے میں خواتین کی ترقی کے لیے سرگرم عمل رہتیں۔

قانونی سطح پر بھی خواتین کے لیے علیحدہ عدالتوں، مشیرات اور وکیلوں کی سہولت مہیا کی گئی تھی۔ انہیں اپنی مرضی سے نکاح، جائیداد کی ملکیت، اور کاروبار کے حقوق حاصل تھے، جو اس وقت کئی مغربی معاشروں میں بھی دستیاب نہ تھے۔ روحانی سطح پر تصوف کے دائرے میں خواتین کی شرکت اور رشد و ہدایت کے مواقع بھی مہیا کیے گئے، جو ان کے باطن کی تطہیر اور فکری تربیت کا ذریعہ بنتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خلافت عثمانیہ نے عورت کو نہ صرف ایک "محتاج" یا "محفوظ کی جانے والی" ہستی کے طور پر دیکھا،

بلکہ اسے معاشرے کا ایک فعال، باوقار، اور پالیسی سازی کا حصہ دار فرد تصور کیا۔ یہی ہمہ گیر تصور ہے جس نے عثمانی دور کی مسلم عورت کو دین، دنیا اور معاشرت میں ایک متوازن، باشعور اور باعزت مقام عطا کیا۔

نتائج:-

1. دینی و دنیاوی تعلیم کی یکساں فراہمی کے لیے لڑکیوں کے لیے معیاری، محفوظ اور باوقار تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں۔
2. خواتین کی ضروریات پر مشتمل مستقل او قافی نظام بحال کر کے فلاحی اداروں کو فعال بنایا جائے۔
3. اسلامی اصولوں کے مطابق خواتین کے نکاح، طلاق، وراثت اور جائیداد کے حقوق کا عملی نفاذ یقینی بنایا جائے۔
4. ہنر مندی، دستکاری اور گھریلو صنعتوں میں خواتین کو تربیت دے کر معاشی طور پر خود کفیل بنایا جائے۔
5. خواتین کے لیے روحانی، فکری اور اخلاقی تربیت کے مراکز قائم کیے جائیں تاکہ ان کی شخصیت متوازن ہو۔
6. دینی طبقے، بااثر خواتین اور رفاہی تنظیموں کو خواتین کی فلاح کے منصوبوں میں شامل کیا جائے۔
7. زچگی، نو مولود کی نگہداشت، اور ماں بچے کی صحت کے لیے علیحدہ طبّی مراکز کو ترقی دی جائے۔
8. مساجد، دینی مراکز اور روحانی اداروں میں خواتین کے لیے محفوظ اور باوقار شرکت کے مواقع فراہم کیے جائیں۔
9. خواتین کے لیے قانونی معاونت، رہنمائی اور انصاف تک رسائی کا آسان، مؤثر اور محفوظ نظام بنایا جائے۔
10. میڈیا، نصاب اور سماجی پلیٹ فارمز کے ذریعے خواتین کی عزت، وقار اور اسلامی حیثیت کو اجاگر کیا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1. *Fortna, Benjamin C. Imperial Classroom: Islam, the State, and(1) Education in the Late Ottoman Empire. Oxford University Press, 2002, p. 145*
2. *Zilfi, Madeline C. Women and Slavery in the Late Ottoman Empire: The Design of Difference. Cambridge University Press, 2010, p. 88*
3. *Peirce, Leslie. The Imperial Harem: Women and Sovereignty in the Ottoman Empire. Oxford University Press, 1993, p. 219*
4. *Singer, Amy. Constructing Ottoman Beneficence: An Imperial Soup Kitchen in Jerusalem. SUNY Press, 2002, p. 87*
5. *Hasan, Fatimah. Islami Therikat, Dar al-Kutub al-Arabiyya, 2001, p. 212*
6. *Dr. Hamidullah, Khutbat Bahawalpur, Islamic Research Center, 1995, p. 90*
7. *.Al-Dhahabi, Siyar A'lam al-Nuballa', Mu'assasat al-Risalah, 2001, vol. 12, p. 40 .*
8. *Al-Jabarti, Ajaib al-Athar fi al-Tarajim wa al-Akhbar, Dar Al-Fikr, 1998, Vol. 3, p. 245*
9. *Maududi, Islami Riyasat, Idara Tarjuman-ul-Quran, 1941, p. 58*
10. *-Banna, Majmu'at al-Rasail, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 2004, p. 97*
11. *Ubaidullah Fahd, Islamic Movements and Muslim Politicians, Dar Al-Salam, 2005, p. 211*